حکم کی متمیز صورت Distinctive feature میں صاحب حکم اور مخاطب حکم ہر دو کے متمیز کردار ہیں جو ایک دوسرے میں نہ تو متوارد ہوسکتے ہیں اور نہ ہی ایک دوسرے سے متزاحم ہوسکتے ہیں۔ یعنی یہ ممکن نہیں ہے کہ صاحب حکم طلب حکم کو متعین نہ کرے اور مخاطب حکم تکمیل طلب نہ کرے یا طلب حکم کو صاحب حکم کے بجائے مخاطب حکم متعین کرنے لگ جائے، ہر دو کے وظائف ایک دوسرے سے متمیز ہیں جن کا لحاظ رکھتے ہوئے ہی حکم کی متمیز صورت متشکل ہو سکتی ہے۔ بہ صورت دیگر حکم کا قابل فہم ہونا کلی طور پر ناممکن ہے۔

مخاطب حکم اپنے امتیازی کردار کیلئے پابند ہے کہ اس کا عمل صاحب حکم کی طلب کی تکمیل کی نیت سے صادر ہو، مخاطب حکم کا وہ عمل جس میں صاحب حکم کی طلب محرک عمل نہ ہو حکم کی پیروی نہیں ہوسکتا ہے، گویا حکم مخاطب حکم کے تعلق میں مقصد کا درجہ رکھتا ہے۔ ذریعہ نہیں بن سکتا ہے۔ حکم مخاطب حکم کیلئے مطلق باید(Absolute ought) ہے اور واجب التعمیل ہے، مخاطب حکم اس مطلق باید کو حاصل کرنے کا ذمہ دار ہے، اگر حکم مطلقاً واجب التعمیل نہ ہو یعنی مخاطب حکم کے تعلق میں(Absolute ought) نہ ہو بلکہ محض ذریعہ ہو تو حکم کا علی الاطلاق واجب التعمیل ہونا قابل فہم نہیں رہتا ہے۔ اس لئے حکم کی متمیز صورت فقط غیر مشروط حکم (Categoricalm imperative) کو ہی متشکل کرتی ہے۔ اور مشروط حکم (Hypothetical imperative) حکم کی متمیز صورت کی شرائط پر پورا نہیں اترتا ہے۔

مسلم مفکرین میں جن حضرات نے حکم کو ذریعہ سمجھا ہے وہ حکم کی متمیز صورت کے صحیح ادراک سے قاصر رہے ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ صاحب حکم کے پیش نظر مخاطب حکم کے مصالح ہوں یا مخاطب حکم حکم کی پیروی سے اپنے ذاتی مصالح تک پہنچے لیکن مخاطب حکم حکم کو مصالح کا ذریعہ سمجھ کر اختیار کرے یعنی حکم کی پیروی صاحب حکم کی نیت سے کرنے کے بجائے اپنی ذاتی طلب کے حوالے سے کرے تو حکم کی تعمیل حکم کی اتباع ہرگز نہیں ہوسکتی ہے حکم کی طلب میں مضمر مصالح پر نظر صاحب حکم کا امتیازی کردار ہے۔ حکم کے مصالح پر نظر مخاطب حکم کو اپنے امتیازی کردار سے خارج کردیتی ہے۔ اس لئے مخاطب حکم کے تعلق میں حکم ہمیشہ مقصد رہے گا اور ذریعہ کبھی نہیں بن سکتا ہے۔

حکم کے اجزاء ترکیبی حکم کے اجزاء دو ہیں۔

۱۔ حکم کا تقاضا جو "کرو" "نہ کرو" کی صورت میں ہوتا ہے۔ یہ حکم کی Form ہے۔ حکم کی Form حکم کی اتباع کا یکتا و تنہا محرک (Motive) ہے جو حکم کی متمیز صورت میں حکم کی پیروی کو متعین کرتی ہے۔ یہ خطاب ہے میرے ادارے کو جو عمل کی استعداد ہے کہ تیار ہوجاؤ۔ کسی کام کو کرنے کیلئے اکسی کام کو نہ کرنے کیلئے۔ اس Form سے مخاطب حکم کا ارادہ متعین ہوجاتا ہے اور وہ حکم کے موضوع یا حکم کی Form کی محتوی (Content) کو کر گزرتا ہے۔ لیکن اگر مخاطب حکم کا ارادہ حکم کی Form سے متعین نہ ہو بلکہ حکم کے Content سے متعین ہو اور اس سے عمل صادر ہو تو ایسا عمل حکم کی اتباع ہر گز نہیں ہوسکتا۔ حکم کی اتباع میں مخاطب حکم کا دارہ لازماً حکم کی Form صورت سے ہی متعین ہونا چاہیے۔ بہ صورت دیگر حکم غیر مشروط کے بجائے مشروط حکم ہوجاتا ہے۔

۲۔ حکم کی طلب جو حکم کا موضوع ہے۔ جو "کرو" "نہ کرو" کی Form کا محتوی Content ہے جس کے بغیر حکم کے بالکل کوئی معنی نہیں ہیں۔ حکم کی صورت Form کا محتوی Content نہ ہو تو صورت بلا محتوی Form with out content ہمارے لئے بالکل لغو ہے ہم کسی ایسی حقیقت کی واقعت کا تصور نہیں کر سکتے جو محض صورت Mere form ہو اور اسکا کوئی محتوی نہ ہو حکم کے Distinctive Feature میں ایسے حکم کے کوئی سعنی نہیں ہیں جس میں تقاضا پایا جاتا ہو اور طلب متعین نہ ہو۔ ایسا تقاضا فقط صاحب حکم کے باشعور نہ ہونے کا نتیجہ ہوسکتا ہے۔ صاحب شعور اس قسم کا تقاضا ہر گز نہیں کرسکتا جس میں طلب متعین نہ ہو باشعور صاحب حکم کی جانب سے حکم کی طلب کا تقاضا فقط اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب مخاطب حکم صاحب حکم کی طلب سے اسی طرح آگاہ ہے جس طرح صاحب حکم خود آگاہ ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ حکم کی طلب لازماً متعین ہو اور صاحب حکم کی جانب سے متعین ہو، حکم بلا طلب جس میں صاحب حکم اپنا امتیازی وظیفہ ادا نہ کر رہا ہو بالکل لغو قسم کا تصور ہے۔ حکم ان دو اجزاء سے مکمل ہوتا ہے۔ ان میں سے کسی ایک کی عدم موجودگی میں حکم کا تصور قابل فہم نہیں ہوسکتا۔

حکم کی متمیز صورت اس کے مضمرات اور حدود صحت کو بیان کر چکنے کے بعد پیش

کردہ تصورات کی مزید وضاحت کیلئے ان کے اطلاقات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ تاکہ حکم کی متمیز صورت کے بارے میں تصورات پوری طرح واضح ہوجائیں اور کوئی ابہام واشکال باقی نہ رہے۔ حکم کی متمیز صورت پر غور کرنے کے نتیجے میں ہم جن نتائج تک پہنچے ہیں ان کے حوالے سے دیکھا جائے تو مسلم تاریخ فکر میں ایک زبردست تسامح سے ہمارا واسطہ پڑتا ہے جو تقریباً تمام قدیم وجدید مسلم مجتہدین میں قدر مشترک کی حیثیت سے پایا جاتا ہے۔ اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ حکم کی متمیز صورت پر دقت نظر سے غوروفکر نہیں کیا گیا ہے۔ یا یہ بھی ممکن ہے کہ استدلالی فہم (Inferential Apprehension) کو بلاواسطہ فہم Direct Apprehension پر ترجیح دینے کے باعث ایسا ہوا ہے جیسا کہ استدلالی افتاد طبع کا عام ذوق ہے۔ اس تسامح کی نشاندہی کیلئے ہم ایک سوال کی صورت میں آگے بڑھتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ

کیا حکم کا موضوع یعنی حکم کی صورت کا محتوی Content محل اجتہاد ہوسکتا ہے یعنی کیا اجتہاد کا موضوع حکم کے موضوع کی تشکیل ہے بہ الفاظ دیگر کیا مخاطب حکم کو یہ حق دیا جاسکتا ہے کہ وہ حکم کی طلب کو متعین کرتا پھرے باوجود اس کے کہ صاحب حکم باشعور ہو؟

ہم حکم کی متمیز صورت کے تعین میں دیکھ چکے ہیں کہ صاحب حکم کا وظیفہ امتیازی کردار طلب حکم کو متعین کر کے مخاطب حکم سے اس کی تکمیل کا تقاضا کرنا ہے۔ صاحب حکم ایسی کسی طلب کی تکمیل کا تقاضا نہیں کرسکتا جو متعین نہ ہو۔ ایسا تقاضا جس کی طلب متعین نہ ہو یعنی حکم کسی متعینہ مقصد کے حصول کیلئے نہ ہو، کو کسی باشعور شخصیت کی جانب منسوب نہیں کیا جاسکتا ہے۔ علاوہ ازیں مخاطب حکم کا امتیازی کردار حکم کی طلب کی تکمیل کی نیت سے حکم کی پیروی کرنا ہے اور یہ فقط اسی وقت ممکن ہے جب صاحب حکم اور مخاطب حکم کی طلب سے یکساں باخبر ہوں۔ حکم کے موضوع کے محل اجتہاد ہونے کا مقصد یہ ہے کہ صاحب حکم کی جانب سے طلب متعین نہیں ہے یا صاحب حکم اس امر سے باخبر نہیں ہے کہ وہ اپنی طلب کے ابلاغ میں کامیاب نہیں ہے اندریں صورت حکم کی اتباع کا تقاضا صاحب حکم کے باشعور ہونے کے اعتماد کو ضائع کیئے بغیر رہ نہیں سکتا۔ چونکہ ایسی صورت جس میں حکم کی طلب کو مخاطب حکم کو متعین کرنا ہو کی مثال بالکل ایسی ہی طلب کی ہے جو کسی معصوم بچے کے کسی چیز کو حاصل کرنے کیلئے ایک طرف اشارہ کردینا ہو اور مشار الیہ

بہت سی اشیاء ہو۔ اب ہم پورے غور وفکر سے بچے کی طلب کو متعین کرنے کی جدوجہد کریں گے۔ ہمارے پورے غور وخوض کے باوجود یہ احتمال باقی رہ جاتا ہے کہ آیا بچے کی مطلوبہ چیز وہ ہے یا کہ نہیں ہے جس کو ہم نے متعین کیا ہے۔ اس کے باوجود ہم اپنے آپ سے مطمئن ہوتے ہیں کہ چونکہ بچے کی طلب کو متعین کرنے میں ہم مخلص تھے اس لئے خطا معاف ہی نہیں ہے بلکہ ماجور ہے۔ ایسی طلب جسے مخاطب نے متعین کرنا ہو، کی قابل فہم صورت یہی ہوسکتی ہے اور اگر طلب متعین نہ ہو اور اس کی تکمیل کا تقاضا شدید سے شدید تر ہوتا جائے تو صاحب حکم کے بارے میں یہ رائے قائم کرنا کہ وہ باشعور ہے دشوار سے دشوار تر ہوتا چلا جائے گا۔ برعکس اس کے طلب متعین ہو اور مخاطب اس میں طرح طرح کی چہ میگوئیاں کر رہا ہو تو مخاطب حکم کے بارے میں حکم کی پیروی میں مخلص ہونے کا اعتماد ضائع ہوتا جائے گا اور یہ کہنا دشوار ہو جاتا ہے کہ مخاطب حکم صاحب حکم کو لائق اعتنا سمجھ رہا ہے۔

حکم کے موضوع کو محل اجتہاد بنانے سے جو مشکلات پیدا ہوتی ہیں ان کا صحیح ادراک تقاضا کرتا ہے کہ اجتہاد کے اس تصور سے جس میں اجتہاد کا وظیفہ حکم کے موضوع کی تشکیل قرار پاتا ہے سے فوراً دست کش ہونا ضروری ہے۔ اگر حکم کو حکم رکھنا مقصود ہو تو مخاطب حکم کے تعلق میں حکم مطلق باید Absolute ought ہے جس میں کیوں اور کیسے Why-How کوئی چیز نہیں ہیں اور نہ ہی زمان ومکان کے مطالبات کوئی معنی رکھتے ہیں۔ زمان ومکان کی تبدیلی سے "حکم" میں تبدیلی حکم کی متمیز صورت کو ضائع کردیتی ہے۔ ہر دور میں اور ہر جگہ حکم مخاطب حکم کیلئے مطلق باید ہے۔ یہ صاحب حکم کی طلب ہے۔ مخاطب حکم کی طلب نہیں ہے۔ اور اس لئے مخاطب حکم کیلئے حکم ہر حال میں واجب التعمیل ہے۔ استدلالی ذہن کے مجتہدین کے استدلالی فہم (Inferential Apprehension) نے جو حکم کو بلاواسطہ فہم Direct Apprehension موضوع نہیں بنایا تو یہ ان کی غلطی فہمی ہے چونکہ حکم کے موضوع کو محل اجتہاد سمجھنے میں جو حقیقت کام کررہی ہے وہ حکم کی طلب سے انحراف کی صورت میں ہی قابل فہم ہوسکتی ہے۔ قرآن کریم میں حکم ہے

لاتاکلوا الربوا: سود مت کھاؤ

اس حکم کی Form لاتاکلوا۔ مت کھاؤ ہے۔

اس حکم کا Content الربوا۔ سود ہے۔ جب تک الربوا۔ سود کا مفہوم متعین نہ ہو تو

لاتا کلوا۔ مت کھاؤ کا مطالبہ بالکل لغو ہے۔ آپ چھ ہزار مرتبہ اس کو دہراتے رہیئے آپ خود اور آپ کا مخاطب کسی نتیجے تک نہیں پہنچ سکتا تاوقتیکہ آپ مت کھاؤ کی Form صورت میں طلب کو متعین نہ کریں۔ یہ نہ کھاؤ یا وہ نہ کھاؤ۔ طلب کے متعین ہونے سے قبل حکم کا کوئی تصور نہیں ہے اور اگر Form کا Content نہ بتایا جائے اور تقاضا کو جو Form کی صورت میں ہے شدید سے شدید تر کیا جائے تو ایک عبث سا عمل کیا جا رہا ہوگا اس لئے حکم کی طلب کا ہر دو شخصیات صاحب حکم اور مخاطب حکم کا یکساں باخبر ہونا ضروری ہے۔ اس کے بغیر حکم کی تعمیل کے بارے میں سزا و جزاء کا تصور بھی پیدا نہیں ہوسکتا ہے۔ اب آپ فرض کیجئے کہ "سود" کے معنی ٹھیک طور سے متعین نہ ہوں۔ یعنی حکم کا موضوع صاحب حکم کی جانب سے متعین نہ ہو تو صاحب حکم کی جانب سے یہ کہنا کہ "اگر سود کھانا ترک نہیں کرتے ہو تو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے کیلئے تیار ہوجاؤ" کے کوئی معنی ہوسکتے ہیں؟ حکم کی اتباع کی تاکید کا یہ عالم ہے اور ادھر مخاطب حکم کو علم ہی نہیں ہے کہ "سود" کیا ہے؟ اسے غور و فکر سے کسی نتیجے تک پہنچنا ہے۔ ایسی صورت کے قابل فہم ہونے کی صرف دو ہی صورتیں ہیں۔ مخاطب حکم اتباع حکم میں مخلص نہیں ہے یا پھر صاحب حکم کا باشعور ہونا ناقابل فہم ہے۔

یہ حکم محمد رسول اللہ ﷺ کے متابعین کو ہو رہا ہے جو تعلیم کتاب کا فریضہ انجام دیتے ہیں جو اپنی تعلیم سے اپنے متابعین کو حکم کی طلب سے باخبر فرماتے ہیں اور یوں صاحب حکم اور مخاطب حکم طلب حکم سے یکساں آگاہ ہوتے ہیں۔ اگر پیغمبر علیہ السلام کی تعلیم کو استدلالی فہم کا موضوع نہ بنایا جائے اور بلاواسطہ فہم کا موضوع سمجھا جائے تو ہر چند کہ ہماری علمیت اور عظمت کی آرزو تو پوری نہ ہوسکے گی تاہم حکم کی اتباع میں کوئی دشواری پیدا نہ ہوگی۔ لیکن پیغمبر علیہ السلام کی تعلیم کو بھی علت و معلول کے مقولات پر سمجھنے کا جذبہ غالب رہا ہے۔ اس طرح حکم کا موضوع محل اجتہاد تو ہوسکتا ہے لیکن حکم کی تعمیل کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا اسے ایک مثال سے سمجھئے۔ ایک انتہائی پیاسا آدمی آپ سے کہتا ہے کہ "پانی پلاؤ" اب آپ غور و فکر میں مصروف ہوجائیں کہ یہ کونسا پانی طلب کر رہا ہے؟ ٹھنڈا یا گرم چونکہ گرمی میں آیا ہے اس لئے ٹھنڈا ہی طلب کر رہا ہوگا۔ آپکا دوسرا ساتھی آپ سے اختلاف کرتا ہے کہ پانی مانگنے والا حکیم و دانا انسان ہے۔ وہ ٹھنڈا پانی کیسے طلب

کر سکتا ہے؟ جبکہ گرمی کے بعد فوراً سردی مزاج کے توازن کو بگاڑ دیتی ہے۔ لہذا ٹھنڈا پانی ٹھیک نہیں ہے۔ فرمائیے آپ کے اجتہادات حکم کی پر خلوص اتباع کا نتیجہ ہونگے یا پر خلوص انحراف کا ثمرہ ہیں؟

کچھ ایسی ہی صورت حال قدیم وجدید مجتہدین کے ذوق استدلال نے نبی علیہ السلام کی اس حدیث کے ساتھ کیا ہے جو نبوی تعلیم تھی لیکن اسے استدلال کے ذوق نے ناقابل فہم بنادیا ہے۔ یہ حدیث ربوا کے مفہوم کے سلسلے میں ہے۔ یعنی حکم کے موضوع کا تعین کر رہی ہے۔ "سونے کے بدلے سونا، چاندی کے بدلے چاندی۔ کھجور کے بدلے کھجور۔ گندم کے بدلے گندم، جو کے بدلے جو۔ ستو کے بدلے ستو" ہاتھ میں دو ہاتھ میں لو۔ فضل ربوا ہے۔ بڑھوتری سود ہے۔ متن حدیث سے جو بلاواسطہ سمجھ میں آرہا ہے وہ یہ ہے

"متجانس اشیاء کے تبادلے پر فضل ربوا ہے" برعکس اس کے "غیر متجانس اشیاء کے تبادلے پر فضل بیع ہے۔

اب یہ سود کی کلی صورت گری Universal Formulation ہے اس میں اس دور کا یا اس دور کا سود زیر بحث نہیں ہے اور نہ ہی یہ زیر بحث ہے کہ اس چیز کا سود کیا ہے یا اس چیز کا سود کیا ہے۔ اسی طرح اس دور کی بیع کیا ہے یا اس دور کی بیع کیا ہے۔ زیر بحث ہے اور نہ ہی یہ زیر بحث ہے کہ اس چیز کی بیع کیا ہے؟ یا اس چیز کی بیع کیا ہے بلکہ ہر دور کا سود اور ہر چیز کی بیع زیر بحث ہے۔ اور ہر دور اور ہر چیز کی بیع بتادی گئی ہے۔ یہ حکم کے موضوع کی کلی صورت گری ہے جو کسی استدلال کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ پیغمبر علیہ السلام کی تعلیم کا بلاواسطہ فہم ہے جس کی رو سے متجانس اشیاء کے تبادلے پر فضل خواہ راس المال پر ہو یا منافع پر ہو۔ متعین ہو یا غیر متعین۔ وقت کے عوض ہو ربوا ہے سود ہے۔ غیر متجانس اشیاء کے تبادلے پر فضل بیع ہے۔

احل اللہ البیع وحرم الربوا.

چونکہ اس حکم کا کلی اور مطلق الطلاق دلوں کی قساوت کے نتیجے میں ممکن نہیں رہا تو حکم کی ممکنہ اتباع تک کو حاصل کرنے کے سوا اس کے کوئی چارہ نہ تھا کہ حکم کے موضوع کو محل اجتہاد بنا کر حکم کو صورت حال سے سازگار کیا جائے اور یہ نہ سمجھا گیا کہ حکم اپنی متمیز صورت میں مخاطب حکم کی مشروط اتباع کا تقاضا نہیں کرتا ہے بلکہ غیر مشروط اتباع کا تقاضا

کرتا ہے۔ اس طرح حکم مخاطب حکم کیلئے مطلق باید ہے اور اس کو مطلق باید سمجھ کر ہی اس کی پیروی کا دعوی کیا جاسکتا ہے۔ حکم کو صورت حال سے سازگار نہیں بنایا جاسکتا ہے بلکہ صورت حال کو حکم سے سازگار بنانے کی جدوجہد کرنا ضروری ہے حکم کی سرتابی پر مخاطب حکم کو سزادینے میں بھی یہی حکمت کارفرما ہے۔ لیکن یہ صرف اسی وقت ممکن ہے یعنی سزا سے حکم کی پیروی کرانا جب صورت حال اہل ایمان کے کنٹرول میں ہو۔ حق کو غلبہ حاصل ہو، لیکن اگر حق کا تصور پامال ہو۔ باطل غالب ہو تو جو بھی نظام مدون کرنے کی کوشش کی جائیگی اس میں حکم کو حالات سے سازگار کرنے کا جذبہ غالب ہوگا۔ موجودہ دور کے مفکرین کے بلاسودی نظام اور ان کے عملی خاکوں کا مطالعہ کر کے دیکھ لیجئے انتہائی چابکدستی سے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کو فریب دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

محل اجتہاد

محل اجتہاد حکم کا موضوع نہیں ہے بلکہ وہ صورت حال Situation ہے جس پر حکم کا اطلاق کلی طور پر ممکن نہیں ہے۔ان مشکلات کو سمجھنا اور انکو دور کرنے کی جدوجہد کرنا مفکرین ملت کا وظیفہ ہے۔ لہذا مفکرین کے سامنے بنیادی طور پر جو مسائل زیر غور ہوتے ہیں وہ یہ ہیں۔

کیا ہے؟

کیا ہونا چاہیے؟

جو کچھ ہونا چاہیے وہ کیسے ہو کر رہے؟

پہلے سوال کے جواب میں صورت حال کا جائزہ لیا جائے گا چونکہ انسان کا ہر عمل بامقصد عمل ہوتا ہے اس لئے صورت حال کی توجیہہ اس مقصد کے حوالے سے کی جائے گی جس کے زیر اثر عمل ہو رہا ہے۔ اب اگر انسان کے پیش نظر حرص، لالچ اور بخل ہو تو معیشت میں بلاسود نظام کا تصور بالکل ایک افسانوی بات معلوم ہوگی اور حکم کی پیروی کا کوئی تصور باقی نہ رہے گا۔ جیسا کہ دور حاضر میں ہو رہا ہے۔ لہذا پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ حرص، لالچ اور بخل غالب ہے دوسرے سوال یعنی کیا ہونا چاہیے؟ کا جواب یہ ہے۔ انفاق، ایثار اور احسان کے تصورات کو غالب آنا چاہیے، یعنی حرص لالچ اور بخل کے داعیات سے پاک اور انفاق ایثار اور

احسان کے جذبے سے معمور افراد درکار ہیں۔ جس کیلئے معیار حکم ہے۔ یعنی انفاق، ایثار اور احسان کو حاصل کرنے کا حکم ہے۔ جو مطلق باید ہے جس کو اپنی کسی طلب کے طور پر حاصل نہیں کرنا بلکہ صرف اس لئے کہ یہ حکم ہے۔ صرف رضائے الٰہی کیلئے۔

تیسرا سوال جو کچھ ہونا چاہیئے وہ کیسے حاصل ہو کر رہے یعنی ایصال الی المطلوب کیسے ممکن ہے۔ ہدایت کیسے ممکن ہے؟ مخاطب حکم کے تعلق میں حکم مطلق باید ہے جو بالذات مقصد ہے۔ جسے حاصل کرنا ضروری ہے۔ لہذا ہدایت کے تصور میں مقصد کا تصور اولین تصور ہے۔ جس کے حاصل ہونے کا یقین ضروری ہے۔ قرآن پاک اپنی متمیز ماہیت علم کے اعتبار سے ہدایت کا علم ہے۔ یعنی ایصال الی المطلوب کا علم ہے۔ مفکر کیلئے اولین اہمیت کا حامل سوال ہدایت کے مضمرات کو دریافت کرنا ہے۔ یہ وہ شرائط ہیں جن کے بغیر ہدایت ممکن نہیں ہے۔

فکر انسانی کی تاریخ میں ان مضمرات کا مکمل انتزاع سرمایۂ دین وملت ڈاکٹر برھان احمد فاروقی صاحب نے فرمایا ہے۔ ان مضمرات کا مکمل بیان اور اس کی تفصیلات آپ کی کتاب "منہاج القران" میں موجود ہیں۔ ہر وہ شخص جو پیغمبر علیہ السلام سے وفادار ہے اس کیلئے موجودہ صورت حال کو حکم کے مطابق بنانے کی آرزو پائی جاتی ہے۔ اور وہ ایسے حتمی و قطعی یقینی لائحہ عمل کا خواہاں ہے جس میں صورت حال کے مطابق حکم ہوجانے کی ضمانت پائی جاتی ہو، اس انقلاب کے طریقہ کار پر منہاج القرآن اپنی نوعیت کی منفرد کتاب جس میں قرآن پاک کو صحیفہ انقلاب کے طور پر مطالعہ کا موضوع بنایا گیا ہے۔ کتاب کے مضمرات میں جس قسم کا کوئی اشکال ملت اسلامیہ کا کوئی فرد محسوس کرے اس کی خدمت میں گذارش ہے کہ ہمیں ضرور متنبہ کرے۔ اس کتاب میں آخری سوال کے جواب کو پیش کیا گیا ہے۔ لہذا اس سوال "جو کچھ ہونا چاہیئے وہ کیسے ہو کر رہے؟ کیلئے منہاج القرآن کا مطالعہ فرمائیں۔

اراضی پاکستان و ہند کی شرعی حیثیت

قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی کے فتاویٰ کی روشنی میں

ڈاکٹر محمود الحسن عارف

قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی (م ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء) مغلیہ سلطنت کے دورِ زوال میں شاہ محمد رنگیلے کے عہدِ حکومت میں تواح ۱۱۴۰ھ / ۱۷۲۷ء میں پانی پت میں پیدا ہوئے۔ وہ پدری رشتے سے ۳۲ واسطوں کے ساتھ حضرت عثمانؓ کی اور مادری سلسلے میں چالیس پشتوں کے ساتھ میزبان نبوی حضرت ابوایوب انصاریؓ کی اولاد ہیں۔ پانی پت میں، جو نواح دہلی کا مشہور مردم خیز قصبہ ہے، ان کا خاندان ساتویں صدی ہجری / تیرھویں عیسوی میں ایران کے راستے خواجہ عبدالرحمٰن اکازرونیؒ کے توسط سے پہنچا۔ یہاں اس خاندان نے علمی اور فکری طور پر بہت ترقی کی، ان کے جدی سلسلے کو "مخدوم شیخ جلال الدین، کبیر الاولیاء عثمانی چشتی کی وجہ سے اور مادری خاندان کو شیخ عبداللہ الانصاری المعروف بہ پیر ترکستان یا پیر ہرات کے باعث خصوصی شرف و امتیاز حاصل ہے۔ قاضی صاحب کے اپنے بیان کی رو سے ان کے اس خاندان میں قریب قریب دس پشتوں سے علم کا سلسلہ متوارث چلا آتا تھا ہے۔ جبکہ تین پشتوں سے پانی پت کی قضا کا منصب بھی ان کے اپنے خاندان سے متعلق رہا ہے۔ قاضی صاحب کے نانا نواب لطف اللہ خان صادق بہادر تہور جنگ دربار مغلیہ کے ششش ہزاری منصب دار تھے اور ان کے ماموں نواب شاکر خان مغلیہ حکمران "شاہ عالم" کے دیوان اور خصوصی معتمد علیہ تھے۔[5]

قاضی صاحب علمی اور فکری دنیا میں بہت اونچا مقام رکھتے ہیں۔ ایسا کیوں نہ ہو۔ انہوں نے